

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تصنیف
حافظ زبیر علی زئی

ناشر
مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک


نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام
2



فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أمابعد :

متواتر حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ دیکھئے نظم المتناثر (ص ۹۸ حدیث:۶۸)

اس کے سراسر برعکس مالکیوں کی غیر مستند کتاب ''المدونہ'' میں لکھا ہوا ہے:

'' وقال مالك في وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ قال :لا أعرف ذلك فی الفریضۃ وکان یکرھہ ولکن فی النوافل إذا طال القیام فلا بأس بذلك یعین بہ نفسہ ''

(امام) مالک نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں کہا: ''مجھے فرض نماز میں اس کا ثبوت معلوم نہیں'' وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے، اگر نوافل میں قیام لمبا ہو تو ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مدد دے سکتا ہے۔ (المدونہ ۱/۷۶)

تنبیہ: مدونہ ایک مشکوک اور غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۷۳)

اس غیر ثابت قول کے مقابلے میں موطأ امام مالک میں باب باندھا ہوا ہے:

''باب وضع الیدین إحداھما علی الأخریٰ فی الصلوٰۃ'' (۱/۱۵۸)

اس باب میں امام مالک سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ والی حدیث لائے ہیں:

'' کـان النـاس یـؤمـرون أن یضـع الرجل الیـد الیـمنٰی علٰی ذراعـہ الیسریٰ فی الصلوٰۃ ''

لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

(۱/۱۵۹ ح ۳۷۷ والتمہید ۲۱/۹۶، والاستذکار: ۳۴۷ والزرقانی: ۳۷۷)



ابن عبدالبر نے کہا:

" وروی ابن نافع وعبدالملك و مطرف عن مالك أنه قال :توضع اليمنٰی علی اليسریٰ فی الصلٰوة فی الفريضة و النافلة ، قال : لا بأس بذلك ، قال أبو عمر : وهو قول المدنيين من أصحابه "

ابن نافع، عبدالملک اور مطرف نے (امام) مالک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''فرض اور نفل (دونوں نمازوں) میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہئے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' ابوعمر (ابن عبدالبر) نے کہا: اور ان (امام مالک) کے مدنی شاگردوں کا یہی قول ہے۔ (الاستذکار ۲/۲۹۱)

''مدونہ'' کی تقلید کرنے والے مالکی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اگر کسی مقلد مالکی سے ہاتھ چھوڑنے کی دلیل پوچھی جائے تو وہ کہتا ہے:

''میں امام مالک کا مقلد ہوں، دلیل ان سے جا کر پوچھو، مجھے دلائل معلوم ہوتے تو میں تقلید کیوں کرتا؟'' (تقریر ترمذی ص ۳۹۹)

شیعہ اور اہلِ تقلید مالکیوں کے مقابلے میں اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ ہر نماز میں حالتِ قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں اور دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھنا چاہئے۔

ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، اہلِ حدیث کے نزدیک نماز میں ناف سے اوپر سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۲۶، وسندہ حسن)

امام بیہقی لکھتے ہیں: " باب وضع اليدين علی الصدر فی الصلٰوة من السنة "

باب: نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۰)

اس کے برعکس حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ

''نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں''

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

" وقال الثوري وأبو حنيفة و إسحاق :أسفل السرة ، وروىٰ ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي ولا يثبت ذلك عنهم وهو قول أبي مجلز "

ثوری، ابوحنیفہ اور اسحاق (بن راہویہ) کہتے ہیں کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں (!) اور یہ بات علی (رضی اللہ عنہ) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اور (ابراہیم) نخعی سے مروی ہے مگر ان سے ثابت نہیں ہے اور ابومجلز کا یہی قول ہے۔ (التمہید ۲۰/۷۵)

سعودی عرب کے مشہور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین کی تقدیم ومراجعت سے چھپی ہوئی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ''الصواب :السنة وضع اليد اليمنٰى على اليسرىٰ على الصدر '' صحیح یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھنا سنت ہے۔

(القول المتین فی معرفۃ ما یہم المصلین ص ۴۹)

امام اسحاق بن راہویہ اپنے دونوں ہاتھ، اپنی چھاتیوں پر یا چھاتیوں سے نیچے (سینے پر) رکھتے تھے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق ص ۲۲۲ وصفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۱)

اس کے برعکس دیوبندی و بریلوی حضرات یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ

''غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔'' (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۲۷۹)

دیوبندیوں و بریلویوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ''مرد تو ناف سے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں'' حالانکہ اس دعویٰ کی کوئی صریح دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں و دیوبندیوں کے ساتھ اہلِ حدیث کا اصل اختلاف عقائد اور اصول میں ہے۔ دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۸ تا ۱۸

تنبیہ: رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں باندھنے چاہئیں، یہ مسئلہ اجتہادی ہے، دونوں طریقے صحیح ہیں، دیکھئے مسائل صالح بن احمد بن حنبل (قلمی ص ۹۰ مطبوع ۲/۲۰۵ مسئلہ نمبر ۶۷۷)

اس سلسلے میں تشدد نہیں کرنا چاہئے، بہتر یہی ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑے جائیں تاہم اگر کوئی شخص ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۷/ اگست ۲۰۰۴ء)

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

جو شخص کلمہ پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہوتا ہے اس پر نماز کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ دیکھئے سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۰۳، نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

یقیناً فلاح پائی اہلِ ایمان نے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ (المؤمنون: ۱، ۲)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ (چیزوں) پر رکھی گئی ہے:

① أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه اور أشهد أنّ محمد رسول اللّٰه

② نماز قائم کرنا ③ زکوٰۃ ادا کرنا

④ حج کرنا ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا

(ھٰذا حدیث صحیح متفق علیٰ صحتہ، شرح السنۃ للبغوی ج ۱ ص ۱۷، ۱۸ ح ۶، البخاری: ۸، مسلم: ۱۶)

قیامت کے دن انسان سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہو گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۶ و سندہ صحیح وصححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم ۱/۲۶۲، ۲۶۳ ووافقہ الذہبی ولہ شاہد عند احمد ۴/۶۵، ۱۰۳، ۵/۳۷۷)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ((صلوا كما رأيتموني أصلي))

نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح بخاری ۲/۸۹ ح ۶۳۱)

نماز میں ایک اہم مسئلہ ہاتھ باندھنے کا ہے، ایک گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

دلیل نمبر ۱:

سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں [یہ حدیث مرفوع ہے] (موطأ امام مالک ۱/۱۵۹ ح ۳۷۷، صحیح بخاری مع فتح الباری ۲/۱۷۸ ح ۷۴۰)

دلیل نمبر۲:

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی احادیث متعدد صحابہ سے صحیح یا حسن اسانید کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً:

۱: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (مسلم:۴۰۱ وابوداود:۷۲۷)

۲: جابر رضی اللہ عنہ (احمد ۳/۳۸۱ ح ۱۵۱۵۶ وسندہ حسن)

۳: ابن عباس رضی اللہ عنہما (صحیح ابن حبان، الموارد:۸۸۵ وسندہ صحیح)

۴: عبداللہ بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ۳/۱۶۱۰ ح ۴۰۵۴ وسندہ حسن واوردہ الضیاء فی المختارۃ ۹/۱۳۰ ح ۱۱۴)

۵: غضیف بن الحارث رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۱۰۵، ۵/۲۹۰ وسندہ حسن)

۶: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابوداود:۷۵۵ وابن ماجہ:۸۱۱ وسندہ حسن)

۷: عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (ابوداود:۷۵۴ واسنادہ حسن واوردہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ ۹/۳۰۱ ح ۲۵۷)

یہ حدیث متواتر ہے۔ (نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۸ ح ۶۸)

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ارسال کرنا چاہئے (ہاتھ نہ باندھے جائیں)

اس گروہ کی دلیل

المعجم الکبیر للطبرانی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ارسال یدین کرتے تھے اور کبھی کبھار دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۰۲)

اس دلیل کا جائزہ

اس روایت کی سند کا ایک راوی خصیف بن جحدر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۷۴ ح ۱۳۹)

امام بخاری، ابن الجارود، الساجی، شعبہ، القطان اور ابن معین وغیرہ نے کہا: کذاب (جھوٹا) ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۲/۳۸۶)

حافظ ہیثمی نے کہا: کذاب ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۰۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند موضوع (من گھڑت) ہے لہٰذا اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

تقلید پرستی کا ایک عبرتناک واقعہ

حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی فرماتے ہیں:

''ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے گھر گئے، اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا، تو وہ لوگ ساکت ہو گئے'' (تقریر ترمذی ص ۳۹۹ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والا دلیل کی طرف دیکھتا ہی نہیں اور نہ دلیل سنتا ہے، یاد رہے کہ امام مالک سے ارسالِ یدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مالکیوں کی غیر مستند کتاب ''مدونہ'' کا حوالہ موطأ امام مالک کے مقابلے میں مردود ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے اور نماز میں ہاتھ نہ باندھنا خلاف سنت ہے، اب ہاتھ کہاں باندھے جائیں اس میں اہلِ حدیث اور اہل الرائے کا اختلاف ہے۔

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا اور اس کا تجزیہ

اہل الرائے کا دعویٰ ہے کہ ہاتھ ناف سے نیچے باندھے جائیں۔ ان کے پیش کردہ دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر ا:

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (سنن ابی داود ۱/۴۸۰، ۴۸۱ ح ۷۵۸، ۷۵۶)

جائزہ:

اس روایت کا دارومدار عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی پر ہے۔



عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی الکوفی علمائے اسماء الرجال کی نظر میں

۱: ابوزرعہ الرازی نے کہا: **ليس بقوي** (الجرح والتعدیل ۲۱۳/۵)

۲: ابوحاتم الرازی نے کہا: **هو ضعيف الحديث ، منكر الحديث يكتب حديثه ولا يحتج به** (الجرح والتعدیل ۲۱۳/۵)

۳: ابن خزیمہ نے کہا: **ضعيف الحديث** (کتاب التوحید ص۲۲۰)

۴: ابن معین نے کہا: **ضعيف ، ليس بشيئ**

(الجرح والتعدیل ۲۱۳/۵ وسندہ صحیح، تاریخ ابن معین: ۱۵۵۹، ۳۰۷۰)

۵: احمد بن حنبل نے کہا: **منكر الحديث** (کتاب الضعفاء للبخاری: ۲۰۳، التاریخ الکبیر ۲۵۹/۵)

۶: بزار نے کہا: **ليس حديثه حديث حافظ** (کشف الاستار: ۸۵۹)

۷: یعقوب بن سفیان نے کہا: **ضعيف** (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۵۹/۳)

۸: عقیلی نے کہا: **ذكره في كتاب الضعفاء** (۳۲۲/۲)

۹: العجلی نے کہا: **ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه** (تاریخ العجلی: ۹۳۰)

۱۰: بخاری نے کہا: **ضعيف الحديث** (العلل للترمذی ۲۲۷/۱)

اور کہا: **فيه نظر** (الکامل لابن عدی ۱۶۱۳/۴ وسندہ صحیح)

۱۱: نسائی نے کہا: **ضعيف** (کتاب الضعفاء للنسائی: ۳۵۸)

اور کہا: **ليس بثقة** (سنن النسائی ۹/۶ ح۳۱۰۱)

۱۲: ابن سعد نے کہا: **ضعيف الحديث** (طبقات ابن سعد ۳۶۱/۶)

۱۳: ابن حبان نے کہا: **كان ممن يقلب الأخبار والأسانيد وينفرد بالمناكير عن المشاهير ، لا يحل الإحتجاج بخبره** (کتاب المجروحین ۵۴/۲)

۱۴: دارقطنی نے کہا: **ضعيف** (سنن دارقطنی ۱۲۱/۲ ح۱۹۸۲)

۱۵: بیہقی نے کہا: **متروك** (السنن الکبریٰ ۳۲/۲)

۱۶: ابن جوزی نے اس کو الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا اور کہا:
" ویحدث عن النعمان عن المغیرۃ أحادیث مناکیر " (۸۹/۲ت۱۸۵۰)
اور کہا: ''المتھم به عبدالرحمٰن بن إسحاق '' (الموضوعات۲۵۷/۳)
۱۷: الذہبی نے کہا: ضعفوہ (الکاشف ج۲ص۲۶۵)
۱۸: ابن حجر نے کہا: کوفي ضعیف (تقریب التہذیب:۳۷۹۹)
۱۹: نووی نے کہا:ھو ضعیف بالإتفاق (شرح مسلم ج۴ص۱۱۵،نصب الرایہ ج۱ص۳۱۴)
۲۰: ابن الملقن نے کہا: فإنه ضعیف (البدر المنیر ۱۷۷/۴)
الزرقانی نے بھی شرح موطأ امام مالک (ج۱ص۳۲۱) میں کہا: ''وإسنادہ ضعیف''
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے بعض نے اس کو متہم اور متروک بھی کہا ہے لہٰذا اس کی روایت مردود ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر نے کہا: ''وإسنادہ ضعیف '' (الدرایہ ۱۲۸/۱)
بیہقی نے کہا: ''لا یثبت إسنادہ''
نووی نے کہا: ''ھو حدیث متفق علٰی تضعیفه'' (نصب الرایہ ج۱ص۳۱۴)
زیلعی حنفی نے تو اس کی کوئی تردید نہیں کی مگر نصب الرایہ کے متعصب محشی فرماتے ہیں: ''ترمذی نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کی حدیث کی تحسین اور حاکم نے تصحیح کی ہے'' حالانکہ ترمذی اور حاکم دونوں ان لوگوں کے نزدیک تساہل کے ساتھ مشہور ہیں۔ترمذی نے کثیر بن عبداللہ کی حدیث کی تصحیح کی ہے جبکہ کثیر کو کذاب بھی کہا گیا ہے، اسی لئے بقولِ حافظ ذہبی ''علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔'' (میزان الاعتدال ۴۰۷/۳)
حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث کی تصحیح کی ہے حالانکہ یہی حاکم اپنی کتاب ''المدخل إلی الصحیح '' میں لکھتے ہیں:
" روی عن أبیه أحادیث موضوعة لا یخفی علٰی من تأملھا من أھل الصنعة أن الحمل فیھا علیه " (ص۱۰۴)

زیلعی حنفی لکھتے ہیں کہ ''وتصحیح الحاکم لا یعتد به'' (نصب الرایہ ۱/۳۴۴)
یعنی حنفیوں کے نزدیک حاکم کی تصحیح کسی شمار وقطار میں نہیں ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔
ابن خزیمہ نے تو عبدالرحمٰن پر جرح کی ہے۔ دیکھئے کتاب التوحید (ص ۲۲۰)
یاد رہے کہ عبدالرحمٰن مذکور کی تحت السرۃ والی روایت کو کسی محدث وامام نے صحیح یا حسن نہیں کہا، لہٰذا امام نووی کی بات صحیح ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔
عبدالرحمٰن کے اساتذہ میں زیاد بن زید مجہول ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۰۷۸)
نعمان بن سعد کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی اور اس سے عبدالرحمٰن روایت میں تنہا ہے لہٰذا حافظ ابن حجر نے کہا: ''فلا یحتج بخبره'' (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۵)
عبدالرحمٰن الواسطی نے ''عن سیار أبی الحکم عن أبي وائل قال قال أبو هريرة......''
کی ایک سند فٹ کی ہے، اس کے بارے میں امام ابوداود نے کہا:

''وروی عن أبي هريرة وليس بالقوي''

اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے اور وہ قوی نہیں ہے۔

(سنن ابی داود ج ۱ ص ۴۸۰ حدیث ۷۵۷)

دلیل نمبر ۲:

وعن أنس.... ووضع اليد اليمنٰى على اليسرىٰ في الصلوٰة تحت السرة

جائزہ:

اس روایت کی سند میں ایک راوی سعید بن زربی ہے۔
(الخلافیات للبیہقی قلمی ص ۳۷ ومختصر الخلافیات ۱/۳۴۲)
سعید بن زربی سخت ضعیف راوی ہے، حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''منكر الحديث''
یہ (شخص) منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)
تنبیہ: محلی ابن حزم اور الجوہر النقی میں یہ روایت بغیر سند کے مذکور ہے۔
دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ناف سے اوپر سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔



سینے پر ہاتھ باندھنا

دلیل نمبر۱:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، **ثم وضع يده اليمنىٰ علىٰ ظهر كفه اليسرىٰ والرسغ والساعد** پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔ صحیح ابن خزیمہ (۲۴۳/۱ ح۴۸۰، ۷۱۴) صحیح ابن حبان (۱۶۷/۳ ح ۱۸۵۷ والموارد: ۴۸۵) مسند احمد (۳۱۸/۴ ح ۱۹۰۷۵) سنن نسائی (۱۲۶/۲ ح ۸۹۰) سنن ابی داود مع بذل المجہود (۴۳۷/۴، ۴۳۸ ح ۷۲۷ وسندہ صحیح)

جائزہ:

۱: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ: **صحابي جليل** (تقریب التہذیب:۷۳۹۳)

۲: کلیب: **صدوق** (تقریب التہذیب:۵۶۶۰)

۳: عاصم بن کلیب: **صدوق رمي بالإرجاء** (تقریب التہذیب:۳۰۷۵)
یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

۴: زائدہ بن قدامہ: **ثقة ثبت صاحب سنة** (تقریب التہذیب:۱۹۸۲)

۵: ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی: **ثقة ثبت** (تقریب التہذیب:۷۳۰۱)

۶: الحسن بن علی الحلوانی: **ثقة حافظ له تصانيف** (تقریب التہذیب:۱۲۶۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند صحیح ہے، نیموی نے بھی آثار السنن (ص۸۳) میں کہا: "**وإسناده صحيح**"

تشریح: "**الكف والرسغ والساعد**" اصل میں ذراع (حدیث بخاری:۷۴۰) کی تشریح ہے۔ المعجم الوسیط (۴۳۰/۱) میں ہے "**الساعد: مابين المرفق والكف من أعلىٰ**" ساعد کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کو کہتے ہیں۔

تنبیہ: "**الساعد**" سے مراد پوری "**الساعد**" ہے بعض الساعد نہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "**لأن العبرة بعموم اللفظ حتى يقوم دليل على التخصيص**"

جب تک تخصیص کی دلیل قائم نہ کی جائے عموم لفظ کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔

(فتح الباری ۲۶۱/۱۲ تحت ح ۲۹۱۵)

''بعض الساعد'' کی تخصیص کسی حدیث میں نہیں ہے، لہٰذا ساری'' **الساعد** '' پر ہاتھ رکھنا لازم ہے، تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں۔

دلیل نمبر۲:

قال الإمام أحمد في مسنده: '' ثنا يحي بن سعيد عن سفيان: حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله ورأيته يضع هٰذه علٰى صدره / وصف يحي اليمنٰى على اليسرىٰ فوق المفصل ''

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (نماز سے فارغ ہوکر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

(مسند احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن والتحقیق لابن الجوزی ۲۸۳/۱)

سند کی تحقیق

① یحییٰ بن سعید (القطان):

ثقة متقن حافظ إمام قدوة من كبار التاسعة (تقریب التہذیب: ۷۵۵۷)

② سفیان (الثوری):

ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة من رؤس الطبقة السابعة وكان ربما دلس

(تقریب التہذیب: ۲۴۴۵)

③ سماک بن حرب:

صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بأخرة فكان ربما تلقن . (تقریب التہذیب: ۲۶۲۴)

یاد رہے کہ سماک کی یہ روایت عکرمہ سے نہیں ہے لہٰذا اضطراب کا خدشہ نہیں، سفیان الثوری نے سماک سے حدیث کا سماع قدیماً (اختلاط سے پہلے) کیا ہے لہٰذا ان کی سماک سے حدیث مستقیم ہے۔ (دیکھئے بذل المجہود ج ۴ ص ۴۸۳ تصنیف: خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی)

سماک کی روایت صحیح مسلم، بخاری فی التعلیق اور سنن اربعہ میں ہے۔ (نیز دیکھئے ص ۳۹)

④ قبیصہ بن ہلب (الطائی):

ابن مدینی نے کہا: مجہول ہے، نسائی نے کہا: مجہول ہے۔ العجلی نے کہا: ثقہ ہے، ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا۔ (تہذیب التہذیب ۸/۳۱۴) ترمذی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا (سنن الترمذی: ۲۵۲) اور ابوداود نے اس کی حدیث پر سکوت کیا۔

(سنن ابی داود ج ۴ ص ۱۴۷، کتاب الاطعمۃ باب کراہیۃ التقذر للطعام ح ۳۷۸۴)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی کی تحقیق یہ ہے کہ ابو داود کا سکوت حدیث کے صالح الاحتجاج ہونے کی دلیل ہے اور اس کی سند راویوں کے صالح ہونے کی بھی دلیل ہے۔

(قواعد الدیوبندیہ فی علوم الحدیث ص ۲۲۴، ۸۳)

اگرچہ یہ قاعدہ مشکوک و باطل ہے لیکن دیوبندی ''حضرات'' پر تھانوی صاحب کی بات بہرحال حجت ہے، امام بخاری نے اس کو التاریخ الکبیر (۷/۱۷۷) میں ذکر کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔ تھانوی صاحب کی تحقیق کے مطابق اگر امام بخاری کسی شخص پر اپنی تواریخ میں طعن (وجرح) نہ کریں تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳ طبع بیروت)

ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل (۷/۱۲۵) میں اس کا ذکر کر کے سکوت کیا ہے، تھانوی صاحب کے نزدیک ابن ابی حاتم کا سکوت راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۵۸)

تھانوی صاحب کے یہ اصول علی الاطلاق صحیح نہیں ہیں، ان پر مشہور عرب محقق عداب محمود الحمش نے اپنی کتاب ''رواۃ الحدیث الذین سکت علیھم أئمة الجرح والتعدیل بین التوثیق والتجھیل'' میں زبردست تنقید کی ہے۔ تھانوی صاحب کے

اصول الزامی طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ امام العجلی معتدل امام ہیں لہٰذا العجلی، ابن حبان اور الترمذی کی توثیق کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح بات یہ ہے کہ قبیصہ بن ہلب حسن الحدیث راوی ہیں۔

قبیصہ کے والد ہلب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۳۱۵)

ایک بے دلیل اعتراض

نیموی صاحب فرماتے ہیں:

" **رواه أحمد و إسناده حسن لكن قوله علٰى صدره غير محفوظ** "

اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے لیکن "**علٰى صدره**" کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ (آثار السنن ص ۸۷ ح ۳۲۶)

جواب

نیموی صاحب کا یہ فرمان قرین صواب نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے سفیان الثوری کے تفرد کو اپنے اس فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے جب کہ حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کسی راوی کا کسی لفظ میں منفرد ہونا اس لفظ کے غیر محفوظ ہونے کی کافی دلیل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ وہ الفاظ اس سے زیادہ ثقہ راوی کے الفاظ کے سراسر منافی نہ ہوں۔ حافظ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

" **وزيادة راويها مقبولة مالم تقع منافية لمن هو أوثق** "

صحیح اور حسن حدیث کے راوی کے وہ الفاظ مقبول ہوں گے جو وہ دوسروں کے بالمقابل زیادہ کرے بشرطیکہ وہ اوثق کے خلاف نہ ہوں۔ (تحفۃ الدرر ص ۱۹)

ظاہر ہے کہ **علٰى صدره** کے الفاظ اضافہ ہیں، منافی نہیں ہیں۔

شاہد نمبر ۱:

قال ابن خزيمة في صحيحه: " نا أبو موسٰى : نامؤمل :نا سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال :صليت مع رسول الله ﷺ ووضع يده اليمنٰى علٰى يده اليسرىٰ علٰى صدره "

سیدنا وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔ (ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹ واحکام القرآن للطحاوی ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹)

سند کا جائزہ: بعض آلِ تقلید نے اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل پر جرح نقل کی ہے۔
(بذل المجہود فی حل ابی داود ۴/۴۸۶، آثار السنن: ۳۲۵)

مؤمل بن اسماعیل

تعدیل کرنے والے	تعدیل
۱: یحییٰ بن معین	ثقة (تاریخ ابن معین: ۲۳۵)
۲: الضیاء المقدسی	أورد حديثه في المختارة (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)
۳: ابن حبان	ذكره في الثقات وقال: ربما أخطأ (۹/۱۸۷)
۴: احمد	روى عنه (دیکھئے مجمع الزوائد ۱/۸۰)
۵: ابن شاہین	ذكره في كتاب الثقات (۱۴۱۶)
۶: الدارقطنی	صحح له في سننه (۲/۱۸۶ ح ۲۲۶۱)
۷: سلیمان بن حرب	يحسن الثناء عليه (کتاب المعرفة والتاریخ ۳/۵۲)
۸: الحاکم	صحح له في المستدرك (۱/۳۸۴)
۹: الذہبی	كان من ثقات البصريين (العبر ۱/۳۵۰)
۱۰: الترمذی	صحح له في سننه (۶۷۲)
۱۱: ابن کثیر	قواه في تفسيره (۴/۴۲۳)
۱۲: الہیثمی	ثقة وفيه ضعف، المجمع (۸/۱۸۳)
۱۳: ابن خزیمہ	أخرج عنه، في صحيحه (۱/۲۴۳ ح ۴۷۹)
۱۴: البخاری	أخرج عنه تعليقاً في صحيحه (دیکھئے ح ۲۷۰۰)

وغیرہم، نیز دیکھئے ص ۲۸ تا ۳۸

جرح کرنے والے	جرح
۱: ابوحاتم	صدوق شدید فی السنة کثیر الخطأ یکتب حدیثه (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۳۷۴)
☆ ابوزرعہ الرازی	في حدیثه خطأ کثیر (یہ قول ابوزرعہ سے ثابت نہیں ہے)
۲: یعقوب بن سفیان	یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا ...... (المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)
☆ الساجی	صدوق کثیر الخطأ وله أوهام (یہ قول ثابت نہیں ہے)
۳: ابن سعد	ثقة کثیر الغلط (طبقات ابن سعد ۵/۵۰۱)
☆ ابن قانع	صالح یخطيء (یہ قول ثابت نہیں ہے۔)
۴: الدارقطنی	صدوق کثیر الخطأ (سوالات الحاکم للدارقطنی:۴۹۲)
☆ محمد بن نصر المروزی	سيء الحفظ کثیر الغلط (یہ قول ثابت نہیں ہے۔)
۵: ابن حجر	صدوق سيء الحفظ (تقریب التہذیب:۷۰۲۹)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین کی اکثریت کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ یا حسن الحدیث ہیں اور ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے۔

[مؤمل بن اسماعیل پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے ص ۲۸ تا ۳۸]

تنبیہ: حافظ مزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مؤمل مذکور کے بارے میں کہا: ''منکر الحدیث'' امام بخاری کی یہ جرح ہمیں اُن کی کسی کتاب میں نہیں ملی، التاریخ الکبیر (۸/۴۹) میں بخاری مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ لائے ہیں مگر اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ظفر احمد تھانوی صاحب ایک قاعدہ بتاتے ہیں کہ '' کل من ذکره البخاري في "تواریخه" ولم یطعن فیه فهو ثقة '' ہر وہ شخص جس کو (امام) بخاری اپنی تواریخ میں بغیر طعن کے ذکر کریں تو وہ (دیوبندیوں کے نزدیک) ثقہ ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳)

اس بات سے قطع نظر کہ یہ اصول اصلاً باطل ہے، تھانوی صاحب کے نزدیک امام بخاری کی رائے میں مؤمل بن اسماعیل ثقہ ہے، واللہ اعلم۔ امام بخاری نے مؤمل بن سعید الرحبی کو ذکر کر کے ''**منکر الحدیث**'' کہا ہے۔ (التاریخ الکبیر ج۸ ص۴۹)

مؤمل بن سعید پر بخاری کی جرح حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ذکر تک نہیں کی۔

(مثلاً ملاحظہ ہو لسان المیزان ج۶ ص۱۶۱)

بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کا ذکر ''الضعفاء'' میں نہیں کیا۔

متقدمین ومتاخرین جنھوں نے ضعفاء کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابن عدی، ابن حبان، عقیلی اور ابن الجوزی وغیرہم، انھوں نے مؤمل بن اسماعیل پر بخاری کی یہ جرح نقل نہیں کی لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ مزی کو اس کے انتساب میں وہم ہوا ہے، ذہبی اور ابن حجر نے اس وہم میں ان کی اتباع کی ہے، اس کی دیگر مثالیں بھی ہیں، مثلاً ملاحظہ کریں العلاء بن الحارث۔

(میزان الاعتدال ج۳ ص۹۸ مع حاشیہ)

تطبیق وتوفیق

جارحین کی جرح عام ہے اور معدلین کی تعدیل میں تخصیص موجود ہے، یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۷۴ شرح علل الترمذی لابن رجب ص۳۸۴، ۳۸۵)

مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم، ذہبی، ترمذی اور ابن کثیر نے صحیح وقوی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص۳۲، ۳۳)

متقدمین میں سے کسی امام نے بھی مؤمل کو سفیان الثوری کی روایت میں ضعیف نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ ثوری سے روایت میں ثقہ ہیں۔ اسی لئے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بھی اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے اعلاء السنن ج۳ ص۱۰۸)

اس طرح جارحین ومعدلین کے اقوال میں تطبیق وتوفیق ہو جاتی ہے اور تعارض باقی نہیں رہتا۔



دیوبندیہ کا ایک عجیب اصول

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

" إن الراوي إذا كان مختلفاً فيه فهو حسن الحديث وحديثه حسن "

اگر راوی مختلف فیہ ہو تو وہ حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۷۷، نیز ملاحظہ فرمائیں اعلاء السنن ۲/۲۰۶)

تھانوی صاحب کے اس قول سے معلوم ہوا کہ مؤمل حسن الحدیث ہے اور اس کی حدیث حسن ہے کیونکہ وہ مختلف فیہ ہے!

اگر کوئی کہے کہ مؤمل اس روایت میں تنہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

۱: سفیان ثوری سے روایت میں ثقہ ہے لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

۲: اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے۔

۳: حافظ ابن قیم نے اس کی حدیث کو" ترك السنة الصحيحة الصريحة" کی مثال میں ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۲/۴۰۰)

۴: بہت سی احادیث اس کی شاہد ہیں مثلاً حدیث سابق وحدیث لاحق۔

۵: یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان الثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے حسن لذاتہ حدیث کی تائید میں بطورِ شاہد پیش کیا گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ "الحدیث" حضرو جلد اول شمارہ ۱ ص ۲۶

شاہد نمبر ۲:

قال أبو داود في سننه:

" حدثنا أبو توبة: ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن سليمان بن موسىٰ عن طاؤس قال: كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنىٰ علىٰ يده اليسرىٰ ثم يشد بهما علىٰ صدره وهو فى الصلاة "

طاؤس تابعی سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔
(سنن ابی داود مع بذل المجہود ۴/۴۸۶ ح ۷۵۹)

سند کی تحقیق: اس روایت کے راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

ابوتوبہ الربیع بن نافع الحلبی

ثقة حجة عابد (تقریب التہذیب: ۱۹۰۲)
یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ بالاتفاق ہیں۔

الہیثم بن حمید

صدوق رمي بالقدر (تقریب التہذیب: ۷۳۶۲)
جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔

① دحیم: **أعلم الأولين والآخرين بمكحول** (المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۹۵ وسندہ صحیح)
② احمد بن حنبل: **ما علمت إلا خيرًا** (الجرح والتعدیل ۹/۸۲ وسندہ صحیح)
③ یحییٰ بن معین: **لا بأس به** (الجرح والتعدیل ۹/۸۲ وسندہ صحیح)
④ دارقطنی: **ثقة** (سنن دارقطنی ۱/۳۱۹ ح ۲۰۴ قال: "كلهم ثقات"، وفيهم الهيثم بن حميد)
⑤ ابن شاہین: **ذكره في كتاب الثقات** (۱۵۴۹)
⑥ ابن حبان: **ذكره في كتاب الثقات** (۹/۲۳۵)
⑦ ابوزرعہ الدمشقی: **أعلم أهل دمشق لحديث مكحول وأجمعه لأصحابه: الهيثم بن حميد و يحيى بن حمزة** (تاریخ ابی زرعہ: ۹۰۲)
⑧ الذہبی: "**الفقية الحافظ**" (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۸۵)

میزان الاعتدال میں ذہبی نے لکھا ہے "**صح**" یعنی یہ راوی ثقہ ہے (۴/۳۲۱) حافظ ذہبی نے "**معرفة الرواة المتكلم فيهم بما يوجب الرد**" میں کہا: "**صدوق**" (ص ۱۸۷)
⑨ بیہقی: بیہقی نے اس کی حدیث کے بعد کہا:



''وهٰذا إسناد صحيح ورواته ثقات'' (کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ٦٤)

⑩ ابن حجر: صدوق رمي بالقدر (تقریب التہذیب: ٧٣٦٢)

محمد بن مہاجر ہیثم بن حمید کو طلبِ علم کے ساتھ پہچانتے تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ: ٩٠١ وسندہ صحیح)

اس تعدیل کے مقابلے میں صرف ابومسہر کا قول ہے کہ '' كان ضعيفاً قدرياً '' یہ قول جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نتیجہ: ہیثم بن حمید ثقہ وصدوق ہے۔

ثور بن یزید بن زیاد الکلاعی ابوخالد الحمصی

ابن سعد، محمد بن اسحاق، دحیم، احمد بن صالح، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید، محمد بن عوف، نسائی، ابوداود اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے۔ ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں اس کا ذکر کیا، ساجی اور ابوحاتم نے کہا: صدوق، ابن عدی نے کہا:

''هو مستقيم الحديث صالح في الشاميين '' (تہذیب التہذیب ج ٢ ص ٣٠، ٣٢ ملخصاً)

وہ قدری تھا اس وجہ سے بعض نے اس پر جرح کی ہے ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال ١/ ٣٧٤)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے بذل المجہود میں کہا: ''وثقه كثيرون....''

بہت (سے لوگوں) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (بذل المجہود ٤/ ٤٨٢)

ثور کا قدری ہونے سے رجوع حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے لہٰذا اُن پر قدری ہونے کا الزام صحیح نہیں ہے۔ (اور یہ صحیح بخاری کے راوی ہیں)

خلاصۃ التحقیق: ثور ثقہ وصحیح الحدیث ہیں۔

سلیمان بن موسیٰ الاموی الدمشقی الاشدق

	تعدیل کرنے والے	تعدیل
۱:	سعید بن عبدالعزیز	**كان أعلم أهل الشام بعد مكحول**
۲:	دحیم	**أوثق أصحاب مكحول سليمان بن موسى** (الجرح والتعدیل ۴/۱۴۱ وسندہ صحیح)
۳:	ابن معین	**ثقة** (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶، ۳۶۰)
۴:	ابن عدی	**وهو عندي ثبت صدوق** (الکامل ۳/۱۱۱۹)
۵:	الدارقطنی	**من الثقات الحفاظ** (کتاب العلل ج ۵ ورقہ ۱۱۰، موسوعۃ اقوال الدارقطنی ۱/۳۰۳)
۶:	عطاء بن ابی رباح	**أثنى عليه** (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۰۵ وسندہ صحیح)
۷:	ہشام بن عمار	**أرفع أصحاب مكحول سليمان بن موسى** (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۹۶ وسندہ صحیح)
۸:	ابن سعد	**كان ثقة، أثنى عليه ابن جريج** (طبقات ابن سعد ۷/۴۵۷)
۹:	الزہری	**أثنى عليه** (مسند احمد ۶/۴۷ ح ۲۴۲۰۵ وسندہ صحیح)
۱۰:	ابن حبان	**ذكره في الثقات وقال: كان فقيهًا ورعًا** (کتاب الثقات ۶/۳۷۹، ۳۸۰)
۱۱:	ابن المدینی	**من كبار أصحاب مكحول وكان خولط قبل موته بيسير** (یہ قول باسند صحیح نہیں ملا)
۱۲:	الذہبی	**الإمام الكبير مفتي دمشق** (سیر اعلام النبلاء ۵/۴۳۳)
۱۳:	ابن حجر	**صدوق فقيه في حديثه بعض لين وخولط قبل موته**

	بقليل (تقریب التہذیب:۲٦١٦)
۱۴: حاکم	صحح له (المستدرک ۲/۱٦۸ ح ۲۷۰٦)
جرح کرنے والے	**جرح**
۱: البخاری	عنده مناكير (الضعفاء للبخاری:۱۴۸)
	وقال :منكر الحديث أنا لا أروي عنه شيئاً
۲: ابوحاتم	محله الصدق وفي حديثه بعض الإضطراب
۳: النسائی	أحد الفقهاء ليس بالقوي فى الحديث (الضعفاء:۲۵۲)
۴: ابوزرعہ الرازی	ذكره فى الضعفاء (۲/۲۲۲)
۵: العقیلی	ذكره فى الضعفاء (۲/۱۴۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سلیمان جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں (یادر ہے کہ وہ صحیح مسلم کے راوی ہیں) لہٰذا اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ کی وجہ سے "لین" (کمزوری) نہیں ہے۔

"خولط بيسير قبل موته" ثابت بھی نہیں ہے اور یہاں غیر مضر ہے۔ واللہ اعلم

ابوداود نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے لہٰذا تھانوی صاحب کے اصول کے مطابق یہ روایت صالح ہے، شیخ البانی نے اس روایت کے بارے میں کہا:

"رواه أبو داود (۷۵۹) بإسناد صحيح عنه" (ارواء الغلیل ۲/۷۱)

تنبیہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

طاؤس: ثقة فقيه فاضل (التقریب:۳۰۰۹)

یہ کتبِ ستہ کے راوی اور طبقۂ ثالثہ کے تابعی ہیں، ابن عباس وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

اگرچہ ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں مگر اس روایت کو دو وجہ سے پیش کیا گیا ہے۔

۱: فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے، ظفر احمد عثمانی صاحب نے کہا:



" **قلت :والمرسل حجة عندنا** " میں نے کہا:اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۸۲ بحث المرسل)

۲: یہ روایت حسن روایت کے شواہد میں ہے۔(ملاحظہ فرمائیں مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸ بحث المرسل)

تنبیہ: السنن الکبریٰ للبیہقی (۳۰/۲) میں محمد بن حجر الحضرمی سے روایت ہے کہ

" **حدثنا سعید بن عبدالجبار بن وائل بن حجر عن أبیه عن أمه عن وائل بن حجر قال:حضرتُ رسول الله ﷺ ...... ثم وضع یمینه علٰی یسراه علٰی صدره** "

یہ روایت سخت ضعیف ہے: محمد بن حجر کی روایتیں منکر ہیں۔ام عبدالجبار کی توثیق معلوم نہیں اور سعید بن عبدالجبار بھی مجروح ہے۔(ملاحظہ ہو الجوہر النقی ۳۰/۲،اور میزان الاعتدال ۵۱۱/۳، ۱۴۷/۲)

محمد بن حجر اور سعید بن عبدالجبار، بقول ظفر احمد تھانوی صاحب مختلف فی التوثیق ہیں۔

(اعلاء السنن ۷۰/۱)

اور مختلف فیہ راوی تھانوی صاحب کے نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے۔کما تقدم

ام عبدالجبار کی جہالت دیوبندیوں کو مضر نہیں ہے کیونکہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں :

" **والجهالة فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا** "

پہلی تین صدیوں میں راوی کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔(اعلاء السنن ۱۶۱/۳)

خلاصۃ التحقیق

قبیصہ بن ہلب والی روایت بلحاظِ سند حسن لذاتہ ہے اور بلحاظِ شواہد صحیح لغیرہ ہے۔اس تحقیق سے واضح اور ثابت ہوا کہ نماز میں مردوں اور عورتوں،سب کے لئے ہاتھ سینے پر باندھنا ہی سنت ہے۔ **واللّٰہ الموفق**

آخر میں بعض دیوبندیوں کی ایک غلطی پر تنبیہ ضروری معلوم ہوتی ہے جسے علمی خیانت اور تحریف کہنا زیادہ مناسب ہے،تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ حال ہی

میں کراچی کے ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سے طبع ہوئی ہے اس میں ایک حدیث اس طرح درج ہے:

وضع يمينه على شماله فى الصلوٰة تحت السرة (مصنف ۱/۳۹۰)

طبع کرنے والوں کا فرض تھا اور علمی امانت داری کا تقاضا تھا کہ وہ بتاتے کہ **تحت السرة** کے الفاظ انھیں کس نسخہ سے دریافت ہوئے ہیں تاکہ حدیث کے طالبِ علم اس نسخہ کے نسب نامہ پر نظر ڈال سکتے مگر انھوں نے ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳۸۶ھ حیدرآباد (الہند) میں طبع ہوا تھا، اس میں اس حدیث کا اختتام "**على شماله فى الصلوٰة**" پر ہوا ہے، اور اس میں "**تحت السرة**" کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔

☆ مصنف کے قدیم نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں، علامہ محمد حیات سندھی کی گواہی عون المعبود (۴۶۲/۲) میں ثبت ہے کہ انھوں نے مصنف کے نسخہ میں الفاظ نہیں پائے۔

☆ استاذ محترم سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے مکتبہ عامرہ میں مصنف کا قلمی نسخہ بھی اس اضافے سے خالی ہے۔

انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

> "**فإني راجعت ثلاث نسخ للمصنف فما وجدته في واحدة منها**"
> پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرہ والی عبارت) نہیں ہے۔ (فیض الباری ۲/۲۶۷)

① یہ حدیث امام وکیع کے واسطے سے مسند احمد (۳۱۶/۴ ح ۱۸۸۴۶) شرح السنۃ (۳۰/۳ ح ۵۶۹) اور سنن دارقطنی (۲۸۶/۱ ح ۱۰۸۸) میں موجود ہے لیکن **تحت السرة** کے الفاظ کسی روایت میں موجود نہیں ہیں۔

② سنن نسائی (۱۲۵/۲، ۱۲۶ ح ۸۸۸) اور سنن دارقطنی (۲۸۶/۱ ح ۱۰۹۱) میں عبداللہ بن مبارک نے وکیع کی متابعت کی ہے لیکن یہ الفاظ ان کی روایت میں بھی موجود نہیں ہیں۔

③ ابونعیم الفضل بن دکین نے یہی حدیث موسیٰ بن عمیر سے ''تحت السرۃ '' کے بغیر روایت کی ہے۔ دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ للفارسی (۱۲۱/۳) السنن الکبریٰ (۲۸/۲) المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۲۲ ح۱۷) اور تہذیب الکمال للمزی (۴۹۹/۱۸)

④ اگر یہ حدیث اس مسئلہ میں موجود ہوتی تو متقدمینِ حنفیہ اس سے بے خبر نہ ہوتے جب کہ طحاوی، ابن ترکمانی اور ابن ہمام جیسے اساطین حنفیہ نے اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ نووی اور ابن حجر وغیرہما بھی اس کے متعلق خاموش ہیں۔

لہٰذا ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ (دیوبندیہ) کے کارپردازوں کو چاہئے کہ ہر جلد کے سرورق پر جہاں لکھتے ہیں کہ ''یہ طبع ان ۴۹۰، ابواب پر مشتمل ہے جو ہندوستانی طبع میں رہ گئے تھے'' اس نسخہ کی خصوصیت بھی بتائیں کہ ''اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جو ابن ابی شیبہ کو معلوم ہی نہیں تھے بلکہ ہم (آلِ تقلید) نے ایجاد کئے ہیں۔'' یہ الفاظ نویں صدی کے قاسم بن قطلو بغا حنفی (کذاب/ قالہ البقاعی انظر الضوء اللامع ۱۸۶/٦) نے پہلی مرتبہ مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف غلط فہمی یا کذب بیانی کی وجہ سے منسوب کر دیئے اور ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ (دیوبندیہ) نے طابع ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ الفاظ متن میں شامل کر دیئے حالانکہ نیموی نے آثار السنن میں اس اضافہ کو غیر محفوظ قرار دیا تھا، لیکن انھوں نے ''تمھیں بھی لے ڈوبیں گے'' کے مصداق ابن خزیمہ کی روایت میں موجود ''علٰی صدرہ'' کے الفاظ کو بھی اس کی نظیر قرار دے دیا حالانکہ یہ الفاظ صحیح ابن خزیمہ کے تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ یہ روایت مسند بزار میں بھی ''عند صدرہ'' کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۷۸/۲)

اللھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه ، آمین

(۱۲ جون ۲۰۰۴ء)





اثبات التعديل في توثيق مؤمل بن إسماعيل

ابوعبداللہ مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری نزیل مکہ کے بارے میں مفصل تحقیق درج ذیل ہے، کتبِ ستہ میں مؤمل کی درج ذیل روایتیں موجود ہیں:

صحيح البخاري = (ح ۲۷۰۰، اور بقول راجح ح ۷۰۸۳، تعلیقاً)

سنن الترمذي = (ح ۴۱۵، ۶۷۲، ۱۸۲۲، ۱۹۴۸، ۲۱۴۵، ۳۲۶۶، ۳۵۲۵، ۳۹۰۶، ۳۹۴۹)

سنن النسائي: الصغریٰ = (ح ۴۰۹۷، ۴۵۸۹)

سنن ابن ماجه = (ح ۲۰۱۳، ۲۹۱۹، ۳۰۱۷)

مؤمل مذکور پر جرح درج ذیل ہے:

۱: ابوحاتم الرازی:

" صدوق ، شديد فى السنة ، كثير الخطأ ، يكتب حديثه "

وہ سچے (اور) سنت میں سخت تھے۔ بہت غلطیاں کرتے تھے، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۳۷۴/۸)

☆ زکریا بن یحییٰ الساجی:

" صدوق ، كثير الخطأ وله أوهام يطول ذكرها" (تہذیب التہذیب ۳۸۱/۱۰)

صاحب تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر) سے امام الساجی (متوفی ۳۰۷ھ کمافی لسان المیزان ۴۸۸/۲) تک سند موجود نہیں لہذا یہ قول بلاسند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔



☆ محمد بن نصر المروزی:

" المؤمل إذا انفرد بحديث وجب أن يتوقف ويثبت فيه لأنه كان سئ الحفظ كثير الخطأ " (تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)

یہ قول بھی بلا سند ہے اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲: یعقوب بن سفیان الفارسی:

" سُني شيخ جليل ، سمعت سليمان بن حرب يحسن الثناء عليه يقول : كان مشيختنا يعرفون له ويوصون به إلا أن حديثه لايشبه حديث أصحابه، حتى ربما قال : كان لا يسعه أن يحدث وقد يجب على أهل العلم أن يقفوا (عن) حديثه ويتخففوا من الرواية عنه فإنه منكر يروى المناكير عن ثقات شيوخنا وهٰذا أشد فلو كانت هٰذه المناكير عن ضعاف لكنا نجعل له عذراً "

جلیل القدر سنی شیخ تھے، میں نے سلیمان بن حرب کو ان کی تعریف کرتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے: ہمارے استادان (کے حق) کی پہچان رکھتے تھے اور ان کے پاس جانے کا حکم دیتے تھے۔ مگر یہ کہ ان کی حدیث ان کے ساتھیوں کی حدیث سے مشابہ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض اوقات انھوں نے کہا: اس کے لئے حدیث بیان کرنا جائز نہیں تھا، اہلِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے توقف کریں اور اس سے روایتیں کم لیں کیونکہ وہ ہمارے ثقہ استادوں سے منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ شدید ترین بات ہے، اگر یہ منکر روایتیں ضعیف لوگوں سے ہوتیں تو ہم انھیں معذور سمجھتے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)

اگر یہ طویل جرح سلیمان بن حرب کی ہے تو یعقوب الفارسی مؤمل کے موثقین میں سے ہیں اور اگر یہ جرح یعقوب کی ہے تو سلیمان بن حرب مؤمل کے موثقین میں سے ہیں۔

تنبیہ: یہ جرح جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ ابوزرعہ الرازی: " في حديثه خطأ كثير " (میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸ ت ۸۹۴۹)
یہ قول بھی بلا سند ہے۔

☆ البخاری: " منكر الحديث "
(تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۶، میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸، تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱)

تینوں مُحوَّلہ کتابوں میں یہ قول بلا سند و بلا حوالہ درج ہے جبکہ اس کے برعکس امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۴۹ ت ۲۱۰۷) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں مؤمل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مؤمل کی روایتیں موجود ہیں (دیکھئے ح ۲۷۰۰، ۷۰۸۳ مع فتح الباری)

حافظ مزی فرماتے ہیں: ''استشهد به البخاري''
اس سے بخاری نے بطور استشہاد روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:
" بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة "
بلکہ انھوں (بخاری) نے کئی جگہ اس سے بطور استشہاد روایت لی ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہے۔
(شروط الائمۃ الستہ ص ۱۸)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہے، منکر الحدیث نہیں ہے۔

۳: ابن سعد: " ثقة كثير الغلط " (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/ ۵۰۱)

٤: دارقطنی: " صدوق كثير الخطأ " (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

یہ قول امام دارقطنی کی توثیق سے متعارض ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ امام دارقطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں مؤمل کا تذکرہ موجود نہیں ہے جو اس کی دلیل ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔

☆ عبدالباقی بن قانع البغدادی: " صالح يخطئ " (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱)
یہ قول بلا سند ہے اور خود عبدالباقی بن قانع پر اختلاط کا الزام ہے۔ بعض نے توثیق اور بعض

نے تضعیف کی ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۴/۵۳۲، ۵۳۳)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی: "**صدوق سئي الحفظ**" (تقریب التہذیب: ۷۰۲۹)

٦: احمد بن حنبل:

"**مؤمل كان يخطئ**" (سوالات المروذی: ۵۳ وموسوعۃ اقوال الإمام احمد ۳/۴۱۹)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ثقہ راویوں کو بھی (بعض اوقات) خطا لگ جاتی ہے لہٰذا ایسا راوی اگر موثق عند الجمہور ہو تو اس کی ثابت شدہ خطا کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی روایتوں میں وہ حسن الحدیث، صحیح الحدیث ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۷۵)

۷: ابن الترکمانی الحنفی والی جرح "قیل" کی وجہ سے مردود ہے دیکھئے الجوہر النقی (۲/۳۰)

اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت یا مروی ہے۔

۱: یحییٰ بن معین: "**ثقة**" (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۲۳۵ والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۷۴)

کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ

"**أنا يعقوب بن إسحاق فيما كتب إلي قال: نا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين: أي شيء حال المؤمل في سفيان؟ فقال: هو ثقة، قلت: هو أحب إليك أو عبيدالله؟ فلم يفضل أحداً على الآخر**" (۸/۳۷۴)

یعقوب بن اسحاق الہروی کا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام میں ہے۔

(۲۵/۸۴ وفیات سنۃ ۳۳۲ھ)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"**أبو الفضل الهروي الحافظ، سمع عثمان بن سعيد الدارمي ومن بعده وصنف جزءًا في الرد على اللفظية، روى عنه عبدالرحمٰن ابن أبي حاتم بالإجازة وهو أكبر منه، وأهل بلده**" (تاریخ الاسلام ۲۵/۸۴)

ابن رجب الحنبلی نے شرح علل الترمذی میں یہ قول عثمان بن سعید الدارمی کی کتاب سے

نقل کیا ہے۔ (دیکھئے ۵۴۱/۲ وفی نسخۃ اخریٰ ص ۳۸۴، ۳۸۵)

سوالات عثمان بن سعید الدارمی کا مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔

۲: ابن حبان: **ذکره في كتاب الثقات (۹/۱۸۷) وقال :" ربما أخطأ "**

ایسا راوی ابن حبان کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتا، حافظ ابن حبان مؤمل کی حدیثیں خود صحیح ابن حبان میں لائے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۳ ح ۶۶۸۱)

ابن حبان نے کہا:

" أخبرنا أحمد بن علي بن المثنٰى قال :حدثنا أبو عبيدة بن فضيل ابن عياض قال :حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال :حدثنا سفيان قال: حدثنا علقمة بن يزيد ....." إلخ (الاحسان ۹/۲۷۴ ح ۷۴۱۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام ابن حبان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے، حسن الحدیث راوی پر " **ربما أخطأ** " والی جرح کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳: امام بخاری: **" استشهد به في صحيحه "**

امام بخاری سے منسوب جرح کے تحت یہ گزر چکا ہے کہ امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل سے صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہیں۔

٤: سلیمان بن حرب: **"يحسن الثناء عليه"**

یعقوب بن سفیان الفارسی کی جرح کے تحت اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

☆ اسحاق بن راہویہ: **"ثقة "** (تہذیب التہذیب ۳۸۱/۱۰)

یہ قول بلاسند ہے لہٰذا اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

۵: ترمذی: **صحح له (۴۱۵، ۶۷۲، ۱۹۴۸) وحسن له (۲۱۴۶، [۳۲۶۶])**

تنبیہ: بریکٹ [ ] کے بغیر والی روایتیں مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ترمذی کے نزدیک مؤمل صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔

٦: ابن خزیمہ: **" صحح له "** (مثلاً دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱ ح ۴۷۹)

مؤمل عن سفیان الثوری، امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔

۷: الدارقطنی: صحح له في سننه (۱۸۶/۲ح ۲۲۶۱)

دارقطنی نے "مؤمل: ثنا سفیان" کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ "إسناده صحيح"

یعنی وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث عن سفیان (الثوری) ہے۔

۸: الحاکم: صحح له في المستدرك على شرط الشيخين ووافقه الذهبي (۳۸۴/۱ح ۱۴۱۸)

یہ روایت مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہے لہٰذا مؤمل مذکور حاکم اور ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

۹: حافظ ذہبی: كان من ثقات [البصريين] (العبر فی خبر من غبر ۲۷۴/۱ وفیات ۲۰۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۰: احمد بن حنبل: "روی عنه"

امام احمد بن حنبل مؤمل سے اپنی المسند میں روایت بیان کرتے ہیں مثلاً دیکھئے (۱۶/۱ح ۹۷ وشیوخ احمد فی مقدمۃ مسند الامام احمد ۴۹/۱)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: "وكذا شيوخ أحمد كلهم ثقات"

اور اسی طرح احمد کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۳، اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۲۱۸)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "روى عنه أحمد وشيوخه ثقات"

اس سے احمد نے روایت کی ہے اور ان کے استاد ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸۰/۱)

یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثنا کے ساتھ امام احمد کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

۱۱: علی بن المدینی: روىٰ عنه كما في تهذيب الكمال (۵۲۶/۱۸) وتهذيب التهذيب (۳۸۰/۱۰) وغيرهما وانظر الجرح والتعديل (۳۷۴/۸)

ابوالعرب القیروانی سے منقول ہے:

إن أحمد وعلي بن المديني لا يرويان إلاعن مقبول ۔(تہذیب التہذیب۹/۱۱۴ت۱۵۵)
یقیناً احمد اور علی بن المدینی (عام طور پر) صرف مقبول ہی سے روایت کرتے ہیں۔

۱۲: ابن کثیر الدمشقی: قال في حديث "مؤمل عن سفيان (الثوري) " إلخ: "وهذا إسناد جيد" (تفسیر ابن کثیر۴/۴۲۳ سورۃ المعارج) وكذلك جوّدله في مسند الفاروق (۱/ ۳٦۷)
معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور حافظ ابن کثیر کے نزدیک جید الحدیث یعنی ثقہ وصدوق ہیں۔

۱۳: الضیاء المقدسی: أورد حديثه فى المختارة (۱/۳۴۵ح۲۳۷)
معلوم ہوا کہ مؤمل حافظ ضیاء کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

☆ ابوداود:

قال أبو عبيد الآجري :سألت أباداود عن مؤمل بن إسماعيل فعظمه ورفع من شأنه إلاأنه يهم فى الشيء۔ (تہذیب الکمال ۱۸/۵۲۷)
اس سے معلوم ہوا کہ ابوداود سے مروی قول کے مطابق مؤمل ان کے نزدیک حسن الحدیث ہیں لیکن ابوعبید الآجری کی توثیق معلوم نہیں لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

۱۵: حافظ الہیثمی: " ثقة وفيه ضعف " (مجمع الزوائد۸/۱۸۳)
یعنی مؤمل حافظ ہیثمی کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

۱٦: حافظ النسائی: " روى له في سننه المجتبٰى " (۴۰۹۷،۴۵۸۹،السّلفیہ)
ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے کہا:" وكذا كل من حدث عنه النسائي فهو ثقة "
(قواعد علوم الحدیث ص۲۲۲)
یعنی السنن الصغریٰ کے جس راوی پر امام نسائی جرح نہ کریں وہ (عام طور پر) ان (ظفر احمد تھانوی اور دیوبندیوں) کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔

۱۷: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (ص۲۳۲ت۱۴۱٦)

۱۸: الاسماعیلی:



" روى له في مستخر جه (علی صحيح البخاري)" (انظر فتح الباری ۱۳/۳۴۳ تحت ح ۷۰۸۳)

☆ ابن حجر العسقلانی:

ذكر حديث ابن خزيمة (وفيه مؤمل بن إسماعيل) في فتح الباري ۲/۲۲۴ تحت ح ۷۴۰) ولم يتكلم فيه

ظفر احمد تھانوی نے کہا:

" ما ذكره الحافظ من الأحاديث الزائدة في فتح الباري فهو صحيح عنده أوحسن عنده كما صرح به في مقدمته ......" (قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۹)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے بقول حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤمل مذکور صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے گویا انھوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کرلیا ہے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ وصدوق یا صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہیں لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ جارحین میں سے امام بخاری وغیرہ کی جرح ثابت ہی نہیں ہے۔ امام ترمذی وغیرہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل اگر سفیان ثوری سے روایت کرے تو ثقہ وصحیح الحدیث ہے حافظ ابن حجر کا قول:

" في حديثه عن الثوري ضعف" (فتح الباری ۹/۲۳۹ تحت ح ۵۱۷۲)

جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
جب یہ ثابت ہو گیا کہ مؤمل عن سفیان: صحیح الحدیث ہے تو بعض محدثین کی جرح کو غیر سفیان پر محمول کیا جائے گا۔ آخر میں بطور خلاصہ یہ فیصلہ کن نتیجہ ہے:
مؤمل عن سفیان الثوری: صحیح الحدیث اور عن غیر سفیان الثوری: حسن الحدیث ہے۔ والحمدللہ
ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب نے مؤمل عن سفیان کی ایک سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

" رجاله ثقات " اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۳۳ تحت ح ۸۶۵)

نیز تھانوی صاحب مؤمل کی ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" فالسند حسن " پس سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن ۳/۱۱۸ تحت ح ۸۵۰)



یعنی دیوبندیوں کے نزدیک بھی مؤمل ثقہ ہے۔

کل جارحین = ۷

کل معدلین = ۱۸

زمانۂ تدوین حدیث کے محدثین کرام نے ضعیف و مجروح راویوں پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً:

۱: كتاب الضعفاء للإمام البخاري

۲: كتاب الضعفاء للإمام النسائي

۳: كتاب الضعفاء للإمام أبي زرعة الرازي

۴: كتاب الضعفاء لإبن شاهين

۵: كتاب المجروحين لإبن حبان

۶: كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي

۷: كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني

۸: الكامل لإبن عدي الجرجاني

۹: أحوال الرجال للجوزجاني

یہ سب کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں (والحمدللہ) اوران میں سے کسی ایک کتاب میں بھی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کا تذکرہ نہیں ہے۔ گویا ان مذکورین کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود یا ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (ج۳ ص۳۱، ۳۲) میں بھی مؤمل بن اسماعیل کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

☆ موجودہ زمانے میں بعض دیوبندی و بریلوی حضرات مؤمل بن اسماعیل المکی پر جرح کرتے ہیں اور امام بخاری سے منسوب غلط اور غیر ثابت جرح "منکر الحدیث" کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث میں مؤمل کا ذکر آ گیا ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹، والطحاوی فی احکام القرآن ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹ مؤمل:

نا سفیان (الثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر]

اس سند میں عاصم بن کلیب اور ان کے والد کلیب دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں، سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

روایت مذکورہ کا قوی شاہد: مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزی (۲۸۳/۱ ح ۴۷۷) وفی نسخۃ اخریٰ (۳۳۸/۱ ح ۴۳۴) میں

"**يحي بن سعيد (القطان) عن سفيان (الثوري) :حدثني سماك (بن حرب) عن قبيصة بن هلب عن أبيه**" کی سند سے موجود ہے۔

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ ہیں، سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر دی ہے، قبیصہ بن ہلب کے بارے میں درج ذیل تحقیق میسر ہے:

حافظ مزی نے بغیر کسی سند کے علی بن المدینی اور نسائی سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا: "**مجهول**" (تہذیب الکمال ۲۲۱/۱۵)

یہ کلام کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: بلا سند ہے۔

۲: علی بن المدینی کی کتاب العلل اور نسائی کی کتاب الضعفاء میں یہ کلام موجود نہیں ہے۔

۳: جس راوی کی توثیق ثابت ہو جائے اس پر مجہول ولا یعرف وغیرہ کا کلام مردود ہوتا ہے۔

۴: یہ کلام جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

قبیصہ بن ہلب کی توثیق درج ذیل ہے:

(۱) امام معتدل العجلی نے کہا: "**كو في تابعي ثقة**" (تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۳۱۹/۵)

(۳) ترمذی نے اس کی بیان کردہ ایک حدیث کو "حسن" کہا (ح ۲۵۲)

(۴) بغوی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (شرح السنۃ ۳۱/۳ ح ۵۷۰)

(۵) نووی نے اس کی ایک حدیث کو "**بإسناد صحیح**" کہا۔
(المجموع شرح المہذب ج۳ ص۴۹۰ سطر۱۵)

(۶) ابن عبدالبر نے اس کی ایک حدیث کو "**حدیث صحیح**" کہا:
(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المطبوع مع الاصابۃ ج۳ ص۶۱۵)

ان چھ (۶) محدثین کے مقابلے میں کسی ایک محدث سے صراحتاً قبیصہ بن ہلب پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے، حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ راوی متابعت کی صورت میں "مقبول" ہے (تقریب التہذیب:۵۵۱۶) ورنہ ان کے نزدیک وہ لین الحدیث ہے۔ مؤمل عن سفیان ثوری الخ والی روایت کی صورت میں قبیصہ مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک مقبول (مقبول الحدیث) ہوا۔ فتح الباری کے سکوت (۲/۲۲۴) کی روشنی میں دیوبندیوں کے نزدیک یہ راوی حافظ ابن حجر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔ نیز دیکھئے تعدیل نمبر:۲۰
حافظ ابن حجر کے کلام پر یہ بحث بطورِ الزام ذکر کی گئی ہے ورنہ قبیصہ مذکور بذاتِ خود حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

بعض لوگ مسند احمد میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کے راوی سماک بن حرب پر بھی جرح کر دیتے ہیں لہٰذا درج ذیل مضمون میں سماک کے بارے میں مکمل تحقیق پیش خدمت ہے۔





نصر الرب في توثيق سماك بن حرب

سماک بن حرب کتبِ ستہ کے راوی اور اوساط تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان کی درج ذیل روایتیں ہیں:

صحيح البخاري : (ح ۶۷۲۲ قال: ''تابعہ یونس وسماک بن عطیۃ وسماک بن حرب.....'' الخ)

صحيح مسلم : (۲۲۴، ۴۳۶/۱۲۸، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۹۹، ۶۰۶، ۶۱۸، ۶۴۳ (۶۷۰) ۷۳۴، ۸۶۲، ۸۶۶، ۹۶۵، ۹۷۸، ۱۰۷۵/۱۷۳، ۱۳۸۵، ۱۵۰۴/۱۱، ۱۶۲۸/۶، ۱۶۵۱/۱۸، ۱۶۷۱/۱۳، ۱۶۸۰، (۱۶۹۲)، ۱۶۹۳، ۱۷۴۸، ۱۸۲۱/۶، ۱۸۴۶۷، ۱۹۲۲، ۱۹۸۴، ۲۰۵۳، ۲۱۳۵، ۲۲۴۸، ۲۲۷۷، ۲۳۰۵/۴۴، ۲۳۲۲، ۲۳۲۹، ۲۳۳۹، ۲۳۴۴، ۲۳۶۱، ۲۷۴۵، ۲۷۶۳/۴۲، ۴۳، ۲۹۱۹/۷۸، ۲۹۲۳، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸)

فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق یہ پینتالیس (۴۵) روایتیں ہیں۔ ان میں سے بعض روایتیں دو دو دفعہ ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں سماک کی پینتالیس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن النسائی میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں۔

اب سماک بن حرب پر جرح اور اس کی تحقیق پڑھ لیں:



جارحین اور ان کی جرح

☆ شعبہ : قال يحيى بن معين: " سماك بن حرب ثقة وكان شعبة يضعفه "...إلخ (تاریخ بغداد ۹/۲۱۵ ت ۴۷۹۲)

ابن معین ۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱ : سفیان الثوری :"كان يضعفه بعض الضعف "

امام العجلی (مولود ۱۸۲ھ متوفی ۲۶۱ھ) نے کہا:

" جائز الحديث ......وكان فصيحاً إلاأنه كان في حديث عكرمة ربما وصل عن ابن عباس......وكان سفيان الثوري يضعفه بعض الضعف " (تاریخ الثقات:۶۲۱ و تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

سفیان الثوری ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے تھے لہٰذا یہ سند بھی منقطع ہے، اس کے برعکس شعبہ اور سفیان دونوں سے ثابت ہے کہ وہ سماک بن حرب سے روایتیں بیان کرتے تھے لہٰذا اگر یہ جرح ثابت بھی ہوتی تو العجلی کے قول کی روشنی میں اسے "سماك عن عكرمة عن ابن عباس " کی سند پر محمول کیا جاتا۔ ابن عدی نے احمد بن الحسین الصوفی (؟) ثنا محمد بن خلف بن عبدالحمید کی سند کے ساتھ سفیان سے نقل کیا کہ سماک ضعیف ہے (الکامل ۳/۱۲۹۹) محمد بن خلف مذکور کے حالات نامعلوم ہیں لہٰذا یہ قول ثابت نہیں ہے۔

۲: احمد بن حنبل: "مضطرب الحديث " (الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹)

اس قول کے ایک راوی محمد بن حمویہ بن الحسن کی توثیق نامعلوم ہے لیکن کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب الفارسی (۲/۶۳۸) میں اس کا ایک شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی موجود ہے۔ کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۱/۱۵۴، رقم: ۵۷۷) میں امام احمد کے قول: "سماك يرفعهما عن عكرمة عن ابن عباس " سے معلوم ہوتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی

جرح کا تعلق صرف ''سماك عن عكرمة عن ابن عباس'' کی سند سے ہے، نیز دیکھئے اقوال تعدیل: ۷

۳: محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی :

''**يقولون إنه كان يغلط ويختلفون في حديثه**'' (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶ وسندہ صحیح)

اس میں یقولون کا فاعل نامعلوم ہے۔

☆ صالح بن محمد البغدادی: ''**يضعف**'' (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

اس قول کا راوی محمد بن علی المقرئ ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔ ابومسلم عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن مہران بن سلمہ الثقہ الصالح کے شاگردوں میں خطیب بغدادی کا استاد قاضی ابوالعلاء الواسطی ہے (تاریخ بغداد ۱۰/۲۹۹) یہ ابوالعلاء محمد بن علی (القاری) ہے (تاریخ بغداد ۳/۹۵) المقرئ اور قاری (قرأ عليه القرآن بقراءات جماعة) ایک ہی شخص کے مختلف القاب ہوتے ہیں، ابوالعلاء المقرئ کے حالات (معرفۃ القراء الکبار للذہبی ۱/۳۹۱ ت ۳۲۸) وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ شخص مجروح ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۳/۶۵۴ ت ۷۹۷۱) وغیرہ لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

☆ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش: ''**في حديثه لين**'' (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

ابن خراش کے شاگرد محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالاتِ توثیق مطلوب ہیں اور ابن خراش بذاتِ خود جمہور کے نزدیک مجروح ہے، دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۶۰۰ ت ۵۰۰۹)

٤: ابن حبان: **ذكره في الثقات (۴/۳۳۹) وقال :**

''**يخطئ كثيراً .... روى عنه الثوري وشعبة**''

یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:

① اگر ابن حبان کے نزدیک سماک ''يخطئ كثيراً'' ہے تو ثقہ نہیں ہے لہٰذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کیوں کیا؟ اور اگر ثقہ ہے تو ''يخطئ كثيراً'' نہیں ہے، مشہور محدث شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ ایک راوی پر حافظ ابن حبان البستی کی جرح

''كان يخطئ كثيراً'' نقل کر کے لکھتے ہیں:

" وهٰذا من أفراده وتنا قضه ، إذلو كان يخطئ كثيراً لم يكن ثقة "

یہ ان کی منفرد باتوں اور تناقضات میں سے ہے کیونکہ اگر وہ غلطیاں زیادہ کرتے تھے تو ثقہ نہیں تھے۔! (الضعیفۃ ۳۳۳/۲ ح ۹۳۰)

④ حافظ ابن حبان نے خود اپنی صحیح میں سماک بن حرب سے بہت سی روایتیں لی ہیں مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۱۴۳/۱ ح ٦٦ ص ۱۴۴ ح ٦٨ ، ٦٩) واتحاف المہرۃ (۶۳/۳، ٦٤، ٦٥)

لہٰذا ابن حبان کے نزدیک اس جرح کا تعلق حدیث سے نہیں ہے اسی لئے تو وہ سماک کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

③ حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب ''مشاهير علماء الأمصار ''میں سماک بن حرب کو ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی (ص ۱۱۰ ت ۸۴۰) یعنی خود ابن حبان کے نزدیک بھی جرح باطل ومردود ہے۔

٥: العقیلی: ذكره في كتاب الضعفاء الكبير (۱۷۸/۲، ۱۷۹)

٦: جریر بن عبدالحمید: انھوں نے سماک بن حرب کو دیکھا کہ وہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے لہٰذا جریر نے ان سے روایت ترک کر دی۔

(الضعفاء للعقیلی ۱۷۹/۲، والکامل لابن عدی ۱۲۹۹/۳)

یہ کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ موطأ امام مالک میں باسند صحیح ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ (۶۵/۱ ح ۱۴۰ بتحقیقی)

بریکٹ میں عذر کا اضافہ دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟

٧: النسائی: ''ليس بالقوي وكان يقبل التلقين ''

(السنن المجتبیٰ ۳۱۹/۸ ح ۵۶۸۰ بتحقیقی)

تہذیب التہذیب میں امام نسائی والا قول: ''فإذا انفرد بأصل لم یکن حجة''
تحفۃ الاشراف للمزی (۵/۱۳۷، ۱۳۸ ح ۶۱۰۴) میں مذکور ہے۔
☆ ابن المبارک: ''سماك ضعيف فى الحديث''
(تہذیب الکمال ۸/۱۳۱، تہذیب التہذیب ۴/۲۰۴)
یہ روایت بلاسند ہے۔ کامل ابن عدی (۳/ ۱۲۹۹) میں ضعیف سند کے ساتھ یہی جرح ''عن ابن المبارك عن سفيان الثوري'' مختصراً مروی ہے جیسا کہ نمبر ا کے تحت گزر چکا ہے۔
☆ البزار: ''كان رجلاً مشهوراً لا أعلم أحداً تركه وكان قد تغير قبل موته'' (تہذیب التہذیب ۴/۲۰۵ بلاسند)
اس کا تعلق اختلاط سے ہے جس کا جواب آگے آ رہا ہے۔
☆ یعقوب بن شیبہ: ''وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من المتثبتين ومن سمع من سماك قديماً مثل شعبة و سفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قال ابن المبارك إنما يرى أنه فيمن سمع منه بأخرة'' (تہذیب الکمال ۸/۱۳۱)
اس قول کا تعلق سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) اور اختلاط سے ہے، ابن المبارک کا قول باسند نہیں ملا، اور باقی سب توثیق ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ (دیکھئے اقوال تعدیل: بعد ۲۶)

معدلین اور ان کی تعدیل

ان جارحین کی جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے تعدیل مروی ہے:
۱: مسلم: احتج به في صحيحه (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۳۳)
شروع میں سماک کی بہت سی روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہیں لہذا سماک مذکور امام مسلم کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔
۲: البخاری: شروع میں گزر چکا ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں سماک سے روایت لی ہے (۶۷۲۲) حافظ ذہبی نے اجتناب بخاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وقد علق له البخاري استشهاداً به" (سیر اعلام النبلاء ۲۴۸/۵)
اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل میں گزر چکا ہے کہ امام بخاری جس راوی سے بطور استشہاد روایت کریں وہ (عام طور پر) امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔
(دیکھئے ص ۳۰)

۳: شعبہ: "روی عنه" (صحیح مسلم: ۲۲۴)
شعبہ کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۴، ۵) وقواعد فی علوم الحدیث للتھانوی الدیوبندی (ص ۲۱۷)

٤: سفیان الثوری: "ما يسقط لسماك بن حرب حديث"
سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۲۱۵/۹ وسندہ حسن لذاتہ)
اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تہذیب التہذیب ۴/ ۲۰۵) عجیب وغریب ہے، یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں۔

۵: یحییٰ بن معین: "ثقة" (الجرح والتعدیل ۲۷۹/۴، وتاریخ بغداد ۲۱۵/۹ وسندہ صحیح)

٦: ابوحاتم الرازی: "صدوق ثقة" (الجرح والتعدیل ۲۸۰/۴)

۷: احمد بن حنبل: "سماك أصلح حديثاً من عبدالملك بن عمير"
(الجرح والتعدیل ۲۷۹/۴، ۲۸۰ وسندہ صحیح)

۸: ابواسحاق السبیعی: "خذوا العلم من سماك بن حرب"
(الجرح والتعدیل ۲۷۵/۴ وسندہ حسن)

۹: العجلی: "جائز الحديث" (دیکھئے اقوالِ جرح: ۱) ذكره في تاريخ الثقات

۱۰: ابن عدی: "وأحاديثه حسان عن من روى عنه وهو صدوق لابأس به"
(الکامل ۱۳۰۰/۳)

۱۱: ترمذی: انھوں نے سماک کی بہت سی حدیثوں کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے۔

(مثلاً دیکھئے ح ۶۵،۲۰۲، ۲۲۷) بلکہ امام ترمذی نے سنن کا آغاز سماک کی حدیث سے کیا ہے۔(ح ۱)

۱۲: ابن شاہین: **ذکره في كتاب الثقات** (۵۰۵)

۱۳: الحاکم : **صحح له فی المستدرك** (۲۹۷/۱)

۱٤: الذہبی: **صحح له في تلخيص المستدرك** (۲۹۷/۱)

وقال الذہبی: ''**صدوق جليل**'' (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۴۹)

وقال: ''**الحافظ الإمام الكبير**'' (سیر اعلام النبلاء ۲۴۵/۵)

وقال: ''**وكان من حملة الحجة ببلده**'' (ایضاً ص ۲۴۶)

۱۵: ابن حبان: **احتج به في صحيحه** (دیکھئے اقوال الجرح: ۴/۲)

۱٦: ابن خزیمہ: **صحح له في صحيحه** (۸/۱ ح ۸)

۱۷: البغوی: **قال: ''هٰذا حديث حسن''** (شرح السنۃ ۳۱/۳ ح ۵۷۰)

۱۸: نووی: **حسن له فی المجموع شرح المهذب** (۴۹۰/۳)

۱۹: ابن عبدالبر: **صحح له فی الإستيعاب** (۶۱۵/۳)

۲۰: ابن الجارود : **ذكر حديثه فی المنتقىٰ** (ح ۲۵)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''**وأورد هٰذا الحديث ابن الجارود فی المنتقىٰ فهو صحيح عنده**''

(بوادر النوادر ص ۱۳۵ نویں حکمت حرمت سجدہ تحیہ)

۲۱: الضیاء المقدسی: **احتج به فی المختارة** (۱۱/۱۲۔۹۸ ح ۱۱۵ـ۱)

۲۲: المنذری: **حسن له حديثه الذي رواه الترمذي (۲٦۵۷) برمزه ''عن''**

(دیکھئے الترغیب والترہیب ۱۰۸/۱ ح ۱۵۰)

۲۳: ابن حجر العسقلانی: ''**صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بأخرة فكان ربما يلقن**'' (تقریب التہذیب: ۲۶۲۴)



یعنی سماک بن حرب حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق (حسن الحدیث) ہیں اور جرح کا تعلق عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے ہے، اختلاط کا جواب آگے آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۲۲۴/۲ تحت ح ۷۴۰)

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''ایسی روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے۔'' [لہٰذا یہ راوی بقولِ تھانوی حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں۔]

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۹)

۲۴: ابوعوانہ: **احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم** (۲۳۴/۱)

۲۵: ابونعیم الاصبہانی: **احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم** (۲۸۹/۱، ۲۹۰ ح ۵۳۵)

۲۶: ابن سید الناس: **صحح حديثه في شرح الترمذي ، قاله شيخنا الإمام أبو محمد بديع الدين الراشدي السندي** (دیکھئے: نماز میں خشوع اور عاجزی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا ص ۱۰ ح ۳)

☆ یعقوب بن شیبہ: کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سفیان ثوری کی سماک سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب مذکور کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ بعض علماء نے اس جرح کو اختلاط پر محمول کیا ہے یعنی اختلاط سے پہلے والی روایتوں پر کوئی جرح نہیں ہے۔

اختلاط کی بحث

بعض علماء نے بتایا ہے کہ سماک بن حرب کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ **تغير بأخرة**، دیکھئے الکواکب النیرات لابن الکیال (ص ۴۵) اور الاغتباط بمن رمی بالاختلاط (ص ۱۶۱ ت ۴۸)

ابن الصلاح الشہر زوری نے کہا: ''**واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجاً**

بروايته في الصحيحين أو أحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز وكان ماخوذاً عنه قبل الإختلاط والله أعلم''

(علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص۴۶٦ نوع ٦٢)

یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطورِ حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں، یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم میں سماک بن حرب کے درج ذیل شاگرد ہیں:

۱: ابوعوانہ (۲۲۴)
۲: شعبہ (۲۲۴)
۳: زائدہ (۲۲۴)
۴: اسرائیل (۲۲۴)
۵: ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ (۴۳٦)
٦: ابوالاحوص (۴۳٦)
۷: عمر بن عبید الطنافسی (۴۹۹/۲۴۲)
۸: سفیان الثوری (۲۸۷/٦۷۰) تحفۃ الاشراف للمزی (۲/۱۵۴ ح ۲۱٦۴)
۹: زکریا بن ابی زائدہ (۲۸۷/٦۷۰)
۱۰: حسن بن صالح (۷۳۴)
۱۱: مالک بن مغول (۹٦۵)
۱۲: ابویونس حاتم بن ابی صغیرہ (۱٦۸۰)
۱۳: حماد بن سلمہ (۱۸۲۱/۷)
۱۴: ادریس بن یزید الاودی (۲۱۳۵)
۱۵: ابراہیم بن طہمان (۲۲۷۷)
۱٦: زیاد بن خیثمہ (۲۳۰۵/۴۴)
۱۷: اسباط بن نصر (۲۳۲۹)

معلوم ہوا کہ ان سب شاگردوں کی ان سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا ''سفیان الثوري: حدثني سماك ''والی روایت پر اختلاط کی جرح کرنا مردود ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''علٰی صدره'' کے الفاظ سماک بن حرب سے صرف سفیان ثوری نے نقل کئے ہیں اسے ابوالاحوص، شریک القاضی نے بیان نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ ہیں اور سماع کی تصریح کر رہے ہیں لہٰذا دوسرے راویوں کا ''علٰی صدره ''کے الفاظ ذکر نہ کرنا کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ عدم ذکر

نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوا کرتا اور عدم مخالفت صریحہ کی صورت میں ثقہ وصدوق کی زیادت ہمیشہ مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس خاص روایت میں بتصریحات محدثین کرام وہم وخطا ثابت نہ ہو۔ نیموی حنفی نے بھی ایک ثقہ راوی (امام حمیدی) کی زیادت کو زبردست طور پر مقبول قرار دیا ہے، دیکھئے آثار السنن (ص ۷۱ح ۳۶ حاشیہ: ۲۷)

موطأ امام مالک (۲/ ۹۸۵، ۹۸۶ ح ۱۹۱۵) میں عبدالله بن دینار عن أبي صالح السمان عن أبي هريرة قال : " إن الرجل ليتكلم با لكلمة....." إلخ ایک قول ہے۔

امام مالک ثقہ حافظ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار :" صدوق يخطئ " (حسن الحدیث) نے یہی قول:

"عن عبدالله بن دينار عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال :

إن العبد ليتكلم بالكلمة ...."إلخ

مرفوعاً بیان کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ح ۶۴۷۸)

معلوم ہوا کہ مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں اور امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق کی زیادت معتبر ہوتی ہے۔ والحمدللہ

☆ بعض لوگ مسند احمد (۵/ ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳) کے الفاظ "يضع هٰذه علٰى صدره " کے بارے میں تاویلات کے دفاتر کھول بیٹھتے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ مسند احمد والی روایت میں "يضع هٰذه علٰى هٰذه علٰى صدره" کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (التحقیق ۱/ ۳۳۸ ح ۴۳۴ نسخہ اخریٰ ۱/ ۲۸۳)

ابن عبدالہادی نے "التنقيح " میں بھی "يضع هٰذه علٰى هٰذه علٰى صدره" کے الفاظ لکھے ہیں (۱/ ۲۸۴) اس سے مؤولین کی تمام تاویلات ھباءً منثوراً ہو جاتی ہیں اور "علٰى صدره" کے الفاظ صحیح اور محفوظ ثابت ہو جاتے ہیں۔

☆ جب یہ ثابت ہے کہ ثقہ وصدوق کی زیادت صحیح وحسن اور معتبر ہوتی ہے تو وکیع و عبدالرحمٰن بن مہدی کا سفیان الثوری سے "علٰى صدره " کے الفاظ بیان نہ کرنا چنداں

مضر نہیں ہے یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ حافظ ہیں ان کا یہ الفاظ بیان کر دینا عالمین بالحدیث کے لئے کافی ہے۔

☆ یاد رہے کہ سفیان ثوری سے باسند صحیح وحسن ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔

☆ راوی اگر ثقہ یا صدوق ہو تو اس کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس روایت میں ''فی الصلوٰۃ'' کی صراحت نہیں ہے۔

عرض ہے کہ (ایک) حدیث (دوسری) حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ مسند احمد ہی میں اس روایت کے بعد دوسری روایت میں ''فی الصلوٰۃ'' کی صراحت موجود ہے۔

(احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۴ من طریق سفیان عن سماک بن حرب)

تنبیہ (۱): سماک بن حرب (تابعی) رحمہ اللہ کے بارے میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ ان پر اختلاط والی جرح کا مفصل و مدلل جواب دے دیا گیا ہے کہ سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہما کی اُن سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا ان روایتوں پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ (۲): سماک بن حرب اگر عکرمہ سے روایت کریں تو یہ خاص سلسلۂ سند ضعیف ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۴۸/۵) وتقریب التہذیب (۲۶۲۴، اَشار اِلیہ) اگر وہ عکرمہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے، اختلاط سے پہلے روایت کریں تو وہ صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ (۳): محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے کہ ''اس کا ایک راوی یعنی سماک بن حرب ___ مدلس ہے اور یہ روایت اس نے عن سے کی ہے اور بالاتفاق محدثین مردود ہوتا ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ نیز دیکھئے ص ۱۲۹، ۱۳۴)

رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''سماک بن حرب مدلس ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا اور نہ کتبِ مدلسین میں سماک کا ذکر موجود ہے۔ یاد رہے کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۸ شعبان ۱۴۲۷ھ)


نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام
50



”حدیث اور اہلحدیث“
کتاب کا جواب

دیوبندی اصول سے



نقطۂ آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلٰوة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس سلسلے میں ہم نے تفصیل کے ساتھ بادلائل ثابت کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے جائیں۔

بعض لوگ تعصب وتقلید کی بنا پر ان دلائلِ صحیحہ سے اعراض کرتے ہیں اور بے بنیاد اعتراضات اور ضعیف و بے سند روایات کا سہارا لے کر سادہ لوح عوام کو بہلا پھسلا رہے ہیں لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا کہ ایسے حضرات کی روایات کا تجزیہ کیا جائے۔

''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ''نماز میں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے'' کا مکمل جواب دے دیا ہے اور اتمام حجت کے لئے ''حدیث اور اہلحدیث'' کی عبارت کا عکس نقل کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔

چند قابل توجہ باتیں درج ذیل ہیں:

۱) اگر صحیح سند کے ساتھ کوئی حدیث یا صحیح سند کے ساتھ کوئی اثرِ صحابی ہوتا تو انوار خورشید صاحب اپنے اس باب کا آغاز قولِ تابعی کے بجائے ان سے کرتے۔ !

۲) آلِ تقلید اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچانے کے لئے ''تحریف شدہ'' روایات بھی لکھ دیتے ہیں جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے۔

۳) آلِ تقلید کا صحیح احادیث و آثار کے بجائے ضعیف و بے سند روایات بیان کرنا، جن کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

٤) ڈبے میں ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کا سکین کیا ہوا عکس ہے اور نیچے اس کا جواب دیوبندی اصول کی رُو سے دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

۱: (ص۲۷۵)

السنة فی الصلوٰة وضع الیدین تحت السرة
نماز میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

۱- اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلهما اسفل من السرة (مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۳۹۱)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

جواب: یہ ایک تابعی کا قول ہے جس کے متعدد جوابات ہیں:

۱: دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی حجت ہے، ان کے علاوہ دیگر اماموں یا تابعین و من بعدہم کے اقوال سرے سے حجت ہی نہیں ہیں۔ دیوبندیوں کی پسندیدہ کتاب ''تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ''اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں''

(ص۲۴۱ والقول المتین فی الجہر بالتامین ص۷۰)

اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔

۲: ابومجلز تابعی کا یہ قول نبی ﷺ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (دیکھئے مسند احمد ۲۲۶/۵ وسندہ حسن)

۳: ابومجلز تابعی کا قول دوسرے تابعی طاؤس رحمہ اللہ کے خلاف ہے جو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، دیکھئے سنن ابی داود (ح۷۵۹ وسندہ حسن إلی طاؤس رحمہ اللہ)

۴: سعید بن جبیر (تابعی) فرماتے ہیں کہ نماز میں ''فوق السرة ''یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبدالرزاق رالفوائد لابن مندة ۲/۲۳۴ ح ۱۸۹۹ وسندہ صحیح)

لہٰذا ابومجلز کا قول سعید بن جبیر تابعی کے قول کے بھی خلاف ہے۔

۵: دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات اس قول کے برخلاف اپنی عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھیں۔

۲: (ص ۲۷۶)

۲

۲- عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله فى الصلوٰة تحت السرة ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

جواب: اس اثر میں ربیع راوی غیر متعین ہے اگر اس سے مراد ربیع بن صبیح ہے تو وہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے جزء رفع الیدین بتحقیقی (ح ۶۸ ص ۸۱)

۳: (ص ۲۷۶)

۳

۳- عن ابراهيم النخعى انه كان يضع يده اليمنىٰ على يده اليسرىٰ تحت السرة - (کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ ؒ ...)

حضرت امام نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

جواب: یہ روایت موضوع ہے، محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ وسندہ صحیح)

محمد بن الحسن الشیبانی کی صریح توثیق کسی محدث سے بھی ثابت نہیں ہے اور جمہور محدثین نے اسے مجروح قرار دے رکھا ہے۔ شیبانی کا استاد ربیع بن صبیح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ کتاب الآثار بذاتِ خود شیبانی مذکور سے ثابت نہیں ہے، جیسا کہ راقم الحروف نے ''النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی'' میں ثابت کیا ہے۔ فالسند ظلمات



۴: (ص ۲۷۶)

۴

۴۔ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے

جواب: یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہی نہیں ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ کا عکس (ص ۶۰، ۶۲) اسے سب سے پہلے قاسم بن قطلوبغا (کذاب) نے مصنف سے منسوب کیا ہے۔ نیموی حنفی نے قلابازیاں کھاتے ہوئے بھی اس قطلوبغا والی روایت کو ''غیر محفوظ'' یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ح ۳۳۰)

۵: (ص ۲۷۶)

۵

۵۔ عن ابي جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوٰة تحت السرة،

(ابوداود نسخہ ابن الاعرابی ص ۲۸۰، بیہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔

جواب: یہ روایت ضعیف ہے، اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، نیموی حنفی نے کہا: " **وفيه عبدالرحمٰن بن إسحاق الواسطي وهو ضعيف** " (آثار السنن، حاشیہ: ح ۳۳۰)

۶: (ص ۲۷۷)

۶

۶۔ عن ابي وائل قال قال ابو هريرة رضي الله عنه اخذ الاكف على الاكف في الصلوٰة تحت السرة۔

(ابوداود نسخہ ابن الاعرابی ص ۲۸۰ ...)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

جواب: اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی ضعیف ہے، دیکھئے جواب السابق: ۵

۷: (ص ۲۷۷)

۷۔ عن علی ـــــــ قال ثلثة من اخلاق الانبیاء تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الاکف تحت السرۃ فی الصلوۃ۔

(منتخب کنز العمال بر مسند احمد ج ۶ ص ۳۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

جواب: یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، منتخب کنز العمال میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں ہے۔

۸: (ص ۲۷۷)

۸۔ عن انس ـــــــ قال ثلث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الید الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوۃ تحت السرۃ۔

(محلی ابن حزم ج ۳ ص ۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا (۳) اور دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

اس روایت کی سند میں سعید بن زربی البصری العبادانی سخت ضعیف راوی ہے۔ تحقیق کے لئے دیکھئے الخلافیات للبیہقی (قلمی ص ۳۷) مختصر الخلافیات (۱/۳۴۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "**منکر الحدیث**" (تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)

۹: (ص ۲۷۷)

۹۔ ذکر الاثرم : قال حدثنا ابو الولید الطیالسی قال حدثنا حماد بن سلمۃ عن عاصم الجحدری عن عقبۃ بن صہبان سمع علیا یقول فی قول اللہ عز وجل " فصل لربك وانحر" قال وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت السرۃ۔

(التمہید ج ۲۰ ص ۷۸)

حضرت عقبہ بن صہبانؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

جواب: یہ روایت تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے۔

(التاریخ الکبیر ۶/ ۴۳۷)

العجاج مجہول الحال ہے۔

۲: اسی روایت کی دوسری اسانید میں "علی صدرہ" سینے پر ہاتھ باندھے، کے الفاظ ہیں۔

(حوالہ مذکورہ، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۳۰)

۳: ابن الترکمانی حنفی نے لکھا ہے:

" وفي سنده و متنه اضطراب " اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔ (الجوہر النقی ۲/ ۳۰)

۱۰: (ص ۲۷۸)

۲۷۸

قال ابن المنذر ـــــ "وبه قال سفیان الثوری و اسحٰق وقال اسحٰق : تحت السرۃ اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع"

(الاوسط ج ۳ ص ۹۳)

علامہ ابن المنذرؒ (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

جواب: یہ حوالہ بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(ص ۲۷۸)

11

قال ابن قدامۃ الحنبلیؒ:

"وروی ذالك عن علی وابی هریرة وابی مجلز والنخعی والثوری واسحق لما روی عن علی انه قال من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة رواه الامام احمد وابو داؤد وهذا ینصرف الی سنة النبی صلی اللہ علیه وسلم" (المغنی ج۱ ص۴۷۲)

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابومجلزؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ سے مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے، روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے، اور سنت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

جواب: یہ سارے حوالے بے سند ہیں لہٰذا مردود ہیں۔





الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار

للإمام الحافظ
أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة
الكوفي العبسي
المتوفى سنة ٢٣٥ هـ

ضبطه وصححه ورقم كتبه وأبوابه وأحاديثه
محمد عبد السلام شاهين

الجزء الأول

يحتوي على الكتب التالية :
الطهارات ـ الأذان والإقامة ـ الصلوات

دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان



مصنف ابن ابی شیبہ ج ١

لا يصلي ركعتي الفجر في السفر.

٣٩٢٩ ـــ **حدّثنا** جرير عن قابوس عن أبيه عن عائشة قالت: أما ما لم يدع صحيحًا ولا مريضًا في سفر ولا حضر غائبًا ولا شاهدًا، تعني النبي ﷺ فركعتان قبل الفجر.

٣٩٣٠ ـــ **حدّثنا** هشيم قال أخبرنا حصين قال سمعت عَمرو بن ميمون الأودي يقول: كانوا لا يتركون أربعًا قبل الظهر وركعتين قبل الفجر على حال.

٣٩٣١ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن حبيب بن جري عن أبي جعفر قال: كان رسول الله ﷺ لا يدع الركعتين بعد المغرب والركعتين قبل الفجر في حضر ولا سفر.

٣٩٣٢ ـــ **حدّثنا** هشيم قال أخبرنا ابن عَون عن مجاهد قال سألته أكان ابن عُمر يصلي ركعتي الفجر قال: ما رأيته يترك شيئًا في سفر ولا حضر.

ص ٣٩٠

(١٦٥) وضع اليمين على الشمال

٣٩٣٣ ـــ **حدّثنا** أبو بكر قال حدثنا زَيد بن حباب قال: حدثنا معْوية بن صالح قال حدثني يُونس بن سيف العنسي عن الحرث بن غطيف أو غطيف بن الحرث الكندي شك معْوية قال: مهما رأيت نسيت لم أنس اني رأيت رسول الله ﷺ وضع يده اليمنى على اليسرى، يعني في الصلاة.

٣٩٣٤ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن سُفيْن عن سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ واضعًا يمينه على شماله في الصلاة.

٣٩٣٥ ـــ **حدّثنا** ابن إدريس عن عاصم بن كليب عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله ﷺ حين كبر أخذ بشماله بيمينه.

٣٩٣٦ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن إسمْعيل بن أبي خالد عن الأعمش عن مجاهد عن مورق العجلي عن أبي الدرداء قال: من أخلاق النبيين وضع اليمين على الشمال في الصلاة.

٣٩٣٧ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن يُوسف بن ميمون عن الحسن قال: قال رسول الله ﷺ «كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَىٰ أَحْبَارِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَاضِعِي أَيْمَانِهِمْ عَلَىٰ شَمَائِلِهِمْ فِي الصَّلَاةِ».

٣٩٣٨ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة.



٣٩٣٩ ـــ **حدّثنا** وَكيع عن ربيع عن أبي معشر عن إبرٰهيم قال: يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة.

(مَا آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا)

الجزء الاول

من

مُصَنَّف

ابن ابی شیبه

فی

الاحادیث

و الآثار و استنباط أئمة التابعین و اتباع التابعین المشهودین لهم بالخیر
للامام الحافظ المتقن النحریر الثبت الثقة الشهیر بابی بکر عبد الله بن محمد بن
ابراهیم بن عثمان بن ابی شیبة الکوفی العبسی المتوفی سنة ۲۳۵ ﻫ و کفیٰ
من مفاخره التی امتاز بها بین الأئمة المشهورین کونه من اساتذة البخاری
و مسلم و أبی داود و ابن ماجة و خلائق لا تحصی

(و اعتنی بتصحیحه و تنسیقه و نشره محب السنة النبویة و خادمها)
(عبد الخالق خان الافغانی رئیس المصححین بدائرة المعارف العثمانیة فی الغابر)
و نائب صدر جمیعت العلماء حیدرآباد - اے - پی (الهند)

عنی بطبعه و اهتم بنشره خادم القوم
محمد جهانگیر علی الأنصاری
« عمید مولانا ابو الکلام اکادمی »
انصاری لاج ، مدینه بلڈینگ ، حیدرباد ۲ (الهند)
فون : ٤٤٢٢٢ (حقوق الطبع محفوظة) سنه ۱۳۸٦ ﻫ ۱۹٦٦ م
طبع هذا الکتاب فی المطبعة العزیزیة سنة ۱۳۸٦ ﻫ بحیدرآباد (الهند)



مصنف ابن ابی شیبہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　كتاب الصلوات ج ـ ١

وضع اليمين على الشمال

حدثنا ابو بكر قال حدثنا زيد بن حباب قال حدثنا معاوية بن صالح قال حدثني يونس بن سيف العنسي عن الحارث بن غطيف أو غطيف بن الحارث الكندي شك معاوية قال مهما رأيت نسيت لم أنس انى رأيت رسول الله ﷺ وضع يده اليمنى على اليسرى يعني في الصلوة ، حدثنا وكيع عن سفيان عن سماك عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال رأيت النبي ﷺ واضعا يمينه على شماله في الصلوة ، حدثنا ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل ابن حجر قال رأيت رسول الله ﷺ حين كبر أخذ شماله بيمينه ، حدثنا وكيع عن اسماعيل بن ابي خالد عن الاعمش عن مجاهد عن مورق العجلي عن ابي الدرداء قال من اخلاق النبيين وضع اليمين على الشمال في الصلوة ، حدثنا وكيع عن يوسف بن ميمون عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ كأني أنظر الى أحبار بني اسرائيل واضعي أيمانهم على شمائلهم في الصلوة ، حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوة ، حدثنا وكيع عن ربيع عن ابي معشر عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة ،  حدثنا وكيع قال حدثنا عبد السلام بن شداد الجريري ابوطالوت قال نا غزوان ابن جرير الضبي عن أبيه قال كان علي اذا قام في الصلوة وضع يمينه على رسغ يساره ولا يزال كذلك حتى يركع متى ما ركع الا أن يصلح ثوبه أو يحك جسده ، حدثنا وكيع قال حدثنا يزيد بن زياد عن ابي الجعد عن عاصم الجحدري عن عقبة بن ظهير عن علي في قوله فصل لربك وانحر قال وضع اليمين على الشمال في الصلوة ، حدثنا يزيد بن هارون قال اخبرنا

مسند الحبر الامام الحجة المتقن الهمام

ابي بكر بن ابي شيبة رحمه الله

رحمة الابرار ووقاه

عذاب النار

آمين

هو عبد الله بن محمد بن ابراهيم بن عثمان الكوفي الحافظ المتقن المتوفى سنة ۲۳۵

كتبه العبد الضعيف فتح محمد النظامي من نسخة استاذها

المولى ابو الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي

صاحب غاية المقصود شرح ابي داود وغيرها

في تاريخ ۲ من شهر شعبان المعظم

سنة ۱۳۱۲

سيد السند العامل العالم الشهير العلامة البحر الذي ليس له ساحل

جامع الكمالات الصورية والفيوضات المعنوية مولانا ومخدومنا

مولانا الملكي ابي تراب صاحب ... دام ... وارشاده

وبركته وفيضانه على

العالم

[illegible]

